

## علوم کو اسلامیانے کے نام پر!

محمد رضی الاسلام ندوی

عصرِ حاضر کی مسلم دانش وری کا دعویٰ یہ ہے کہ قرآن کریم سے گہرے اور غیر معمولی تعلق کا اظہار کیا جائے، مگر عملاً اس کے معانی و مطالب میں خوب کھینچ تان کی جائے اور دور کی کوڑیاں لائی جائیں۔ حدیث کے معتبر و مستند ذخیروں کی طرف رجوع کیے بغیر انھیں اوہام پر مبنی، ناقابلِ اعتبار اور سائنسی و عقلی اعتبار سے ناقابلِ قبول بلکہ لائق رد قرار دیا جائے۔ عربی زبان کی معمولی ہڈ بد کے ذریعے قرآنی الفاظ پر دقیق لغوی بحث کی جائے اور اپنے اخذ کردہ معانی پر اصرار کیا جائے۔ اپنے اختصاص کے میدان کو دین و شریعت کی روح اور اصل قرار دے کر پورے دین کو اس کے گرد گھمایا جائے۔ ایسی ہی دانش وری کا ایک نمونہ وہ کتاب ہے جو ابھی حال ہی میں قرآن میں آبی وسائل اور انجینیری کے نام سے آئی ہے۔ اس کے مصنف جناب ڈاکٹر سید وقار احمد حسینی ہیں، جنہوں نے آبی وسائل کی انجینیرنگ میں امریکا سے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔

گذشتہ صدی کے ربعِ آخر میں عالمی سطح پر بعض مسلم دانش وروں نے جدید علوم کی اسلامی تشکیل (Islamization of Knowledge) کا نعرہ بلند کیا تھا۔ ان حضرات کی علمی و فکری کاوشیں اگر اپنی صحیح حدود میں رہتیں تو ان کی کوششیں قابلِ قدر، موجبِ تشکر اور باعثِ فخر ہوتیں، لیکن محسوس ہوتا ہے کہ اچھے آغاز کے بعد رفتہ رفتہ ان میں غلو در آیا۔ جھنجھلاہٹ میں مبالغہ آمیزی کی جانے لگی، قرآنی آیات سے بہ تکلف جدید علوم کے اصول و قواعد، بلکہ جزئیات تک اخذ کی جانے لگیں اور اسے 'قرآن کے سائنسی اعجاز' کا نام دیا گیا۔

قرآن حکیم کتابِ ہدایت ہے۔ اس میں اسلام کے بنیادی عقائد، بالخصوص توحید اور

آخرت پر استدلال کے لیے مظاہر کائنات، مثلاً آسمان، زمین، سورج، چاند، ستارے، پہاڑ، سمندر، صحرا، دریا، کشتی، پانی، بادل، برق و باراں، ہوا، آندھی، طوفان، پھول، پھل، پودے، درخت، باغ، کھیتی، غلہ، دھوپ، سایہ، تاریکی، روشنی وغیرہ کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ وجہ استدلال کو اتنا عام رکھا گیا ہے کہ ہر ذہنی سطح کا شخص بہ آسانی اسے سمجھ سکتا ہے۔ یہ کوئی سائنس کی کتاب تو نہیں ہے کہ اس سے جدید علوم کی کلیات و جزئیات اخذ کی جائیں، لیکن علوم کو اسلامیانے کے علم برداروں نے شعوری یا غیر شعوری طور پر قرآن کو سائنس کی درسی کتاب بنا دیا ہے۔ مولانا مودودی نے سورہ یوسف کی آخری آیت میں تَفْصِيْلَ كُلِّ شَيْءٍ کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے: ”بعض لوگ ہر چیز کی تفصیل سے مراد خواہ مخواہ دنیا بھر کی چیزوں کی تفصیل لے لیتے ہیں اور پھر ان کو یہ پریشانی پیش آتی ہے کہ قرآن پاک میں جنگلات، طب، ریاضی، اور دوسرے علوم و فنون سے متعلق کوئی تفصیل نہیں ملتی“ (تفہیم القرآن، ج ۲، ص ۴۳۸)۔ اب علوم کو اسلامیانے کے علم برداروں نے یہ پریشانی بھی دُور کر دی ہے اور تمام طبعیاتی علوم کی تفصیلات قرآن کریم سے اخذ کر لی ہیں۔

جناب مصنف کا شمار بھی علوم کو اسلامیانے کی فکر پیش کرنے والوں میں ہوتا ہے۔ انھوں نے اپنے ذہنک سے تعلیم، آبی وسائل کی انجینئرنگ، آبی قوانین، ماحولیات، معاشیات، معاشی انجینئرنگ اور فلسفہ تاریخ و سائنس جیسے علوم کو اسلامیانے کی کوشش کی ہے۔ آبی وسائل کے علوم کو انھوں نے کس طرح ’اسلامایا‘ ہے اور اس کے لیے انھیں کتنی دُور کی کوڑی لانی پڑی ہے، اس کے نمونے زیر مطالعہ کتاب میں ملاحظہ کیے جاسکتے ہیں۔

مصنف موصوف کے نزدیک آبی وسائل کا علم اور انجینئرنگ ’قرآن کا سب سے اہم موضوع‘ ہے۔ یہ علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر ’فرض‘ ہے۔ اس کا شمار ’اعمالِ صالحہ‘ میں ہوتا ہے۔ اس سے پہلو تہی ’کفر‘ ہے۔ حقیقت میں یہی ’فقت‘ ہے اور اس میدان میں عقل پر مبنی جدید فکر اور سوچ ہی ’اجتہاد‘ ہے، وغیرہ وغیرہ۔ لکھتے ہیں: ”اسلامی علوم اور ٹکنالوجی اپنے علوم کے لحاظ سے اور تخصیصی طور پر آبی وسائل اور دیگر علوم سے بحث کرنے والے اور اس کے دیگر شعبہ جات قرآن کے سب سے اہم امور ہیں“ (ص ۵۷)۔ ”علوم آبی وسائل اور انجینئرنگ فی الاصل قرآنی، اسلامی، مذہبی، اور الہامی علوم ہیں۔ اسلامی اخلاقیات اور قانون کی اصطلاح میں بحیثیت معلومات عامہ اس علم کا

حصول 'فرض عین' یعنی ہر شخص کی اپنی ذمے داری ہے، جب کہ ان علوم میں تخصص حاصل کرنا 'فرض کفایہ ہے' (ص ۵۰)۔ "آبی وسائل کے علوم کو سیکھنا اور ان کو عملی جامہ پہنانا 'اعمال صالحہ' کی تعریف میں آتا ہے، جن پر اللہ تعالیٰ نے اس دنیا اور آخرت میں اپنے انعامات کا وعدہ کیا ہے" (ص ۶۳)۔ "پانی یا اس جیسے دیگر قدرتی وسائل کے فروغ کے ذریعے زندگی کے لیے معاون نظام فراہم کرنا 'جہاد' ہے" (ص ۸۶)۔ "آبی وسائل و ذرائع کی بدانتظامی اور غلط استعمال 'کفر' ہے" (ص ۱۹۳)۔ "پانی میں شامل نقصان دہ عناصر کی تحقیق کے لیے آبی وسائل کے اسلامی سائنس اور آبی سائنس کے خدائی قانون کا خصوصی علم 'فقہ' ہے" (ص ۱۹۹)۔ وہ اعداد و شمار سے بھی کام لیتے ہوئے کہتے ہیں کہ "علوم آبی وسائل سے متعلق قرآن میں ۹۴۱ آیات وارد ہوئی ہیں، جب کہ نماز کا ذکر ۸۱ بار، زکوٰۃ ۳۲ بار، حج کا ۸ بار اور روزے کا جیسے بار ہوا ہے"۔ (ص ۵۹)

یہ اعداد و شمار صحیح نہیں ہیں۔ قرآنی انڈیکس پر سرسری نظر ڈالنے سے ان کی غلطی واضح ہو جاتی ہے۔ پھر آبی وسائل سے متعلق قرآنی آیات کی کثرت کی حقیقت یہ ہے کہ، مثلاً قرآن میں زمین (الارض) اور آسمان (السماء/السموات) کے الفاظ ۵۶۰ آیتوں میں آئے ہیں۔ فنی طور سے یہ آیات علوم آبی وسائل سے کیوں کر متعلق ہو سکتی ہیں؟ اس طرح تو دنیا کے ہر علم اور اس کی ہر شاخ سے ان کو مربوط کیا جاسکتا ہے۔ یہ آیات اصلاً اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کی وحدانیت کے اثبات کے لیے آئی ہیں۔ فی الحقیقت ان کا آبی وسائل کے استعمال کی کسی بحث سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

مصنف نے بزع خود 'آبی وسائل کے علم اور انجینیری' سے متعلق قرآنی آیات کے اقتباسات نقل کر کے ان کی تشریح کی ہے۔ ان میں سے بہت سی آیات عمومی توجہ دلاتی ہیں، لیکن مصنف نے انہیں بھی خوب کھینچ تان کر علوم آبی وسائل سے متعلق کر دیا ہے۔ مثلاً سورہ فاتحہ کی پہلی ہی آیت اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ کی یہ تشریح کی ہے: "تمام عالموں کا پرورش کرنے والا، آبی طبیعیات ارضی کے جہانوں کی تمام قوتوں اور مظاہر کا حاکم، منتظم، پالنے والا اور تکمیل کرنے والا" (ص ۱۰۳) • سورہ بقرہ کی آیت ۱۰۷: "آسمانوں اور زمین کی فرماں روائی اللہ ہی کے لیے ہے" سے یہ اخذ کیا ہے: "پانی اور اس سے متعلقہ زمینی وسائل اور فضائی مظاہر کا اللہ تعالیٰ تبہا مالک اور

مقارن کر کے ہے“ (ص ۱۵۸) ● سورہ بقرہ کی آیت ۲۰۸: اذْخُلُوا فِي الْمِلَّةِ الْكَافَّةِ، نقل کر کے اس کی یہ تشریح کی ہے: ”اس کا مطلب طبیعیات و کیمیا، معاشیات و نفسیات اور دیگر ایشیا کو خدا نے جس طریقے پر بنایا، واضح کیا اور حکم دیا ہے اس کو اسی طرح سمجھنا اور اس کا عملی اطلاق کرنا ہے“ (ص ۸۳) ● ”اسلام کی مکمل اتباع اور اس میں پورے کے پورے داخل ہو جانے میں یہ مفہوم بھی شامل ہے کہ پانی اور اس سے متعلقہ دیگر قدرتی وسائل اور ذرائع کو ترقی دی جائے اور اس کا بہتر استعمال کیا جائے“۔ (ص ۱۷۱)

● سورہ شعرا میں حضرت ابراہیمؑ نے اللہ تعالیٰ کی جو صفات بیان کی ہیں ان میں یہ بھی ہے: ”جو مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے“ (آیت ۷۹)۔ اسے مصنف علم آبی وسائل سے یوں جوڑتے ہیں: ”خدا ہمیں کس طرح کھانا، پانی اور صحت دیتا ہے اور ہمیں ان کے حصول کے لیے کیا جاننا اور کرنا چاہیے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ہمیں آبی وسائل کی سائنس اور انجینیری کو بھی فروغ دینا اور اس کا استعمال کرنا ہوگا“ (ص ۱۹۸) ● سورہ بقرہ میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیے گئے اس حکم کا ذکر کیا ہے: ”میرے اس گھر کو طواف کرنے والوں کے لیے پاک رکھو“ (آیت: ۱۲۵)۔ اسے انھوں نے آبی وسائل سے یوں مربوط کر دیا ہے: ”اس گھر کو اس کے مقاصد کے حصول کے لیے پاک و صاف رکھنا ضروری ہے، اس کے لیے لازمی ہے کہ زم زم کے اس چشمے کو آلودگی سے محفوظ رکھا جائے اور اس کے ساتھ ساتھ اس کے علاقے اور آب اندوختوں کو بھی محفوظ رکھا جائے“ (ص ۱۶۲)۔ غرض کوئی بھی آیت ہو اور اس کا کوئی بھی موضوع ہو، مصنف موصوف کھینچ کر اسے آبی وسائل کے علم اور انجینیری سے لا جوڑتے ہیں اور اس سے اپنا خود ساختہ مفہوم نکال لیتے ہیں۔ قرآن مجید کے متن و مفہوم میں ایسی معنوی تحریف کے نمونے کتاب میں جگہ جگہ دیکھے جاسکتے ہیں۔

کئی مقامات پر مشہور نو مسلم دانش ور علامہ محمد اسد کے ترجمہ قرآن *The Message of The Quran* کی تعریف و تحسین کی گئی ہے، اور اس سے استفادے کا مشورہ دیا گیا ہے۔ اس ترجمہ قرآن کی جس خاص بات کی طرف مصنف نے بھی اشارہ کیا ہے، یہ ہے کہ اس میں آیات کی جدید سائنسی تشریح کی گئی ہے (ص ۳۷، ۹۲) آیات کو سائنسی اصولوں کے تابع بنانے اور انھیں

نام نہاد عقلی چوکھٹوں میں فٹ کرنے کے معاملے میں خود مصنف، محمد اسد کے ہم فکر ہیں۔

مثال کے طور پر فرعون کی غرقابی اور بنی اسرائیل کی نجات کا تذکرہ قرآن کریم میں متعدد مقامات پر آیا ہے۔ مصنف نے سورہ بقرہ (۵۰، ۴۷) اور سورہ طٰ (۷۷-۷۹) کی آیات کی تشریح میں لکھا ہے: ”بنی اسرائیل بے خوف ہو کر دریا کو پار کر گئے۔ ان کی اس بے خوفی کی وجہ وہ یقینی معلومات تھیں جو انھیں ایک متعینہ مقام پر مدوجزر کی کیفیات سے متعلق حاصل تھیں۔ موسیٰ علیہ السلام اور ان کے پیروان صحیح سائنسی معلومات کا اطلاق کر رہے تھے، جو یا تو ان کے تجربے اور مشاہدے سے انھیں حاصل ہوئی تھیں یا پھر یہ معلومات انھیں کسی اور ذریعے سے فراہم کی گئی تھیں“ (ص ۱۱۶-۱۱۷)۔ جو ابھائے والی توجیہ تو اور متجددین بھی کرتے ہیں، البتہ مصنف ان سے بھی دو قدم آگے ہیں۔ وہ یہ عقلی توجیہ کرنے کے ساتھ مسلمانوں کو نصیحت کرتے ہیں: ”اللہ اور اسلام پر ایقان رکھنے والے مسلمانوں کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ سمندری جو ابھائے (مدوجزر) کی ان گھٹی بڑھتی کیفیات سے متعلق علم حاصل کریں، تاکہ اس کے فوائد حاصل کر سکیں اور ان سے ہونے والے نقصانات سے بچا جاسکے، جیسا کہ اس قصے سے ہمیں معلوم ہوتا ہے“۔ (ص ۱۱۶)

تاہم، مشکل یہ ہے کہ قرآنی الفاظ ان کی اس توجیہ کا ساتھ نہیں دیتے۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل مدوجزر کی یقینی معلومات کے سبب بے خوف نہیں تھے، بلکہ انھیں تو آخر تک لشکر فرعون کے ذریعے اپنی گرفتاری کا اندیشہ ستا رہا تھا، چنانچہ انھوں نے اپنے پیچھے لشکر کو آتے دیکھا تو گھبرا کر پکار اٹھے: ”ہم تو پکڑے گئے“ (الشعر ۲۶: ۶۱)۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو وحی کی کہ سمندر پر اپنا عصا مارو، اس سے سمندر پھٹ گیا اور درمیان میں خشک راستہ نکل آیا: ”ان کے لیے سمندر میں سے سوکھی سڑک بنا لے“ (طہ ۲۰: ۷۷) لیکن مصنف اس موقع پر بھی آیت کے ساتھ زور آزمائی سے نہیں چوکتے۔ وہ اس کی تشریح ان الفاظ میں کرتے ہیں:

”حضرت موسیٰ کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تھا کہ بحر کو پار کرنے کے لیے وقت اور مقام کا انتخاب (احضوب، ضرب لگاؤ) کریں اور اس کو پار کرنے کے لیے طریقہ (طریقاً) اختیار کریں (ص ۱۱۶)۔ افسوس کہ قرآن کے الفاظ اور اس کا پورا انداز بیان اس در فطنی کی تائید نہیں کرتا۔

کتاب کے مترجم نے آیات قرآنی کا ترجمہ بلاصراحت مولانا مودودی کی تفہیم القرآن

سے لیا ہے۔ اس بنا پر کئی مقامات پر تضاد کی کیفیت پیدا ہو گئی ہے۔ مصنف کچھ کہنا چاہتے ہیں اور مولانا مودودی کے ترجمے سے کچھ اور مفہوم نکلتا ہے، مثلاً سورہ بقرہ (۱۶۳) میں اِخْتِلَافِ اَلْاَيِّمِ وَالزَّهَارِ کو اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں شمار کیا گیا ہے۔ مولانا مودودی نے اس کا ترجمہ 'رات اور دن کا عہم ایک دوسرے کے بعد آتا' کیا ہے، جب کہ مصنف 'اختلاف' سے عدم اتفاق، ناموافقت، حالت، کیفیت یا مرتبہ میں فرق، غیر یکساں، مختلف، ناموزوں، بے جوڑ یا غیر متفق ہونا مراد لیتے ہیں اور رات اور دن کے درمیان اختلاف کو 'سائنسی حقیقت' قرار دیتے ہیں (ص ۱۱۲-۱۱۳)۔ لَا يُلْفِىْ قُرَيْشٍ کا ترجمہ مولانا مودودی نے یہ کیا ہے: "چونکہ قریش مانوس ہوئے"، جب کہ مصنف ایلاف کے معنی: 'اقرار نامہ، ضمانت اور امان' بتاتے ہیں۔ (ص ۲۰۰)

عصری دانش وری کے اظہار کے لیے ضروری ہے کہ دین کے دوسرے بنیادی ماخذ 'سنت' پر ہاتھ صاف کیا جائے، چنانچہ اس معاملے میں بھی مصنف نے بڑی بے باکی سے اپنے خیالات کا اظہار ان لفظوں میں کیا ہے: "آج سنت سے متعلق وہی کتابیں باقی بچی ہیں جو صرف مشہور و معروف ہیں اور جو نماز کے طریقوں، اسلام کے دیگر ستونوں اور عبادتی رسوم و رواج سے متعلق روایات پر مبنی ہیں۔ ان میں خدا اور رسول سے منسوب وہ غلط روایات بھی شامل ہیں جو غلامی، بلا نکاح باندیوں سے تعلقات اور عموماً عورتوں سے متعلق ہیں" (ص ۶۷)۔ "سنت کی جو سب سے مشہور اور زیر استعمال کتب ہیں وہ صحاح ستہ ہیں۔ ان میں بہت سی ایسی روایات اور احادیث بھی وارد ہوئی ہیں جو قرآن، عقل اور طبعی علوم (فطرت کائنات میں اللہ تعالیٰ کی آیات اور خدا کی سنت) سے ٹکراتی ہیں، اس لیے انھیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب کرنا نہایت غلط اور اہانت آمیز ہے۔ مثال کے طور پر بخاری اور دیگر کتب احادیث میں بعض ایسی روایات ملتی ہیں جن میں عورتوں کو مردوں سے کم تر قرار دیا گیا ہے۔ یہ تمام غلط روایات ہیں جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب کر دی گئی ہیں۔ یہ قرآن میں بتائے گئے معیار تقویٰ کے اصولوں سے ٹکراتی ہیں، لہذا یہ صحیح کہلائے جانے کی مستحق نہیں ہیں۔ ان روایات کو جو 'اخلاقی' اور عقلی لحاظ سے ناقابل یقین اور سائنسی لحاظ سے غیر صحیح معلوم ہوں، انھیں جھوٹی اور خدا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اہانت پر مبنی قرار دے کر چھانٹ دینا چاہیے"۔ (ص ۶۶)

اس طرح کی نامعقول باتیں بہت سے 'دانش ور' قرآن کریم سے متعلق بھی کہتے ہیں۔ مصنف بار بار یہ تاکید کرتے ہیں کہ 'ان نام نہاد مذہبی کتابوں' کی جگہ مسلمانوں کو کتاب الخراج اور کتاب الاموال نامی کتابوں کی طرف رجوع کرنا چاہیے، جو 'حقیقی سنت' کی ترجمان اور صحیح حدیث کی کتابیں ہیں (ص ۱۲، ۴۳، ۶۳ وغیرہ)، حالانکہ ان کتابوں کا استناد بخاری اور مسلم جیسی کتابوں سے کم تر ہے۔ اُمت کے نزدیک 'صحاح ستہ' کو قبول عام حاصل ہے، ان میں زندگی کے جملہ پہلوؤں پر معتبر اور مستند حدیثوں کو جمع کر دیا گیا ہے۔ اس کے مقابلے میں کتاب الخراج اور کتاب الاموال نامی کتابیں زندگی کے صرف ایک خاص پہلو سے بحث کرتی ہیں۔ اس لیے ان کا درجہ اُمت کے نزدیک 'صحاح ستہ' سے فروتر ہے۔ سنت کو بے اعتبار کرنے، احادیث کا درجہ گھٹانے اور معتبر کتب حدیث کو مشکوک بنانے کی کوششیں پہلے دشمنان اسلام انجام دیا کرتے تھے، افسوس کہ اب اس کی کمان روشن خیال، مسلم دانش وروں نے سنبھال لی ہے۔

مصنف کی بے خبری کا شاہکار ان کی یہ تحقیق ہے: "آبی وزرعی قوانین سے متعلق بخاری میں صرف چند روایات ملتی ہیں، جب کہ امام مالک کے مجموعے میں ایک بھی روایت اس سلسلے کی نہیں پائی جاتی" (ص ۶۷)۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ موصوف نے ان کتابوں کو ہرگز نہیں دیکھا ہے۔ بخاری میں کتاب الوضو، کتاب الغسل، کتاب المیوع، کتاب الاثریة، کتاب الاطعمۃ، کتاب الحرث، کتاب المزراعة اور کتاب المسافاة وغیرہ کے تحت اس موضوع کی سیکڑوں احادیث ہیں اور موطا امام مالک میں کتاب الطہارۃ، کتاب المیوع، کتاب المسافاة، کتاب الطعام والشراب وغیرہ میں ایسی احادیث خاصی تعداد میں ہیں۔

مصنف کو شکوہ ہے کہ مسلمانوں نے ان میں تحریفات کردی ہیں۔ ان کے نزدیک: "یہ عبادات مقصود بالذات نہیں ہیں، بلکہ ان کے ذریعے دیگر اہم مقاصد کا حصول مطلوب ہے" (۸۹)۔ "انحراف اور کج فکری کے حامل مسلمانوں نے ان کو اپنے آپ میں مقصد ٹھہرایا ہے اور خود کو ظاہری رسوم کا پابند بنا لیا ہے" (ص ۷۵)۔ پھر انہوں نے ان مقاصد کی بھی وضاحت کردی ہے مثلاً: "حج کا ایک مقصد روے زمین کی سیاحت ہے" (ص ۷۷)۔ "حج کے ذریعے ساری دنیا کے مسلمانوں میں ایک ایسا پلیٹ فارم مہیا کرنا مقصود ہے، جہاں لوگ ایک مشترکہ زبان عربی میں

آپسی تبادلہ خیال و گفتگو کر سکیں۔ اس کے نتیجے میں تجارت و تعلقات میں وسعت کے ساتھ تکنالوجی کی منتقلی عمل میں آ سکتی ہے“ (ص ۱۹۱)۔ پھر یہ کہ مسلمانوں نے حج کے ادارے کو منح کر کے رکھ دیا اور خود کو اس فریب میں مبتلا کر لیا کہ صرف چند دعاؤں کے پڑھ لینے اور میکانکی انداز سے چند رسوم کے ادا کر لینے سے ان کے تمام گناہ وھل جائیں گے۔ خدا نے کبھی اس بات کا وعدہ نہیں کیا کہ حج یا عمرہ کے ادا کرنے سے پچھلے تمام گناہ معاف ہو جائیں گے“ (ص ۷۷)۔ زکوٰۃ کی مدت قرآن کریم میں متعین ہیں، لیکن مصنف کے نزدیک: ”اس میں وہ پروجیکٹ بھی شامل ہیں جو آبی وسائل و ذرائع اور ٹیمپیرنگ کی ترقی سے متعلق ہیں، جیسے سربراہی آب، آب پاشی، زراعت، جہاز رانی اور آبی قدرت کے نظام وغیرہ“۔ (ص ۷۳)

مصنف نے بہت سی باتیں غلط اور گمراہ کن بھی لکھی ہیں۔ مثال کے طور پر: ”نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دو ربوت کے پہلے تیرہ سالہ دور میں، جو مکی دور کہلاتا ہے، اس میں شراب کا کہیں ذکر نہیں کیا گیا۔ اس لیے کہ اس وقت اس سے کہیں زیادہ اہم مسائل درپیش تھے“ (ص ۸۵)۔ اس سلسلے میں پہلی بات یہ عرض کرنی ہے کہ سورہ نحل میں، جو مکی ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”اور کھجور کے درختوں اور انگور کی بیلوں سے بھی ہم ایک چیز تمہیں پلاتے ہیں، جسے تم نشہ آور بھی بنا لیتے ہو اور پاک رزق بھی“ (آیت ۶۷)۔ مصنف یہاں کیا ثابت کرنا چاہتے ہیں؟ یہ کہ حرمت شراب کے بارے میں سکوت اختیار کر لینا چاہیے؟ بعض مقامات پر بڑی بے باکی سے دینی قدروں پر تیشہ چلایا گیا ہے، مثلاً اللہ تعالیٰ نے جانوروں کا گوشت حلال اور قربانی کو مشروع کیا ہے، لیکن موصوف فرماتے ہیں: ”موشیوں کو بطور غذا، یہاں تک کہ قربانی کے مقاصد کے لیے بھی استعمال کرنا مناسب نہیں ہے۔ ان کا استعمال زمین کی بہتری اور آبپاشی کے لیے کیا جانا چاہیے“۔ (ص ۱۵۶)

یہ کتاب ’قرآن میں آبی وسائل‘ کے موضوع پر مصنف کے مجوزہ سلسلہ کتب کی پہلی جلد ہے۔ ابھی پانچ جلدیں اور آتی ہیں۔ خدا خیر کرے، نہیں معلوم ان میں مصنف کے کیسے کیسے ’اجتہادات‘ سامنے آئیں گے۔ اس سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ مغرب میں جا بسنے والے بعض نام نہاد مسلم دانش وروں کی ذہنی ساخت کس قدر تبدیل ہو کر رہ گئی ہے اور وہ اسلامائزیشن آف نائج کے نام پر کیسے کیسے گل کھلا رہے ہیں؟